JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Khawar Nawazish
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 300 9561745

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
khawarnawazish@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 40, Issue No.01

TITLE OF THE PAPER

ساحرِ بے نشاں جو مشرق کا آقا نہیں
(ن۔م۔راشد کا تصورِ مشرق)

AUTHOR(S)

* Dr. Azra Yasmeen
Govt. Graduate College For Women,
Shujaabad, Dist. Multan

CONTACT

principal361202@gmail.com

HISTORY OF THE PAPER

Received on: June 12, 2024
Accepted on: June 25, 2024
Published on: June 30, 2024

DETAIL(S)

Volume No. 40, Issue No. 01, Page No: 14-31
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2024. ©Journal of Research (Urdu) 2024.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

* ڈاکٹر عزرا یاسمین

''ساحرِ بے نشاں جو مشرق کا آقا نہیں''
(ن۔م۔راشد کا تصورِ مشرق)

N.M. Rashid's Concept of the East

ABSTRACT

In modern Urdu poetry, N-M-Rashid holds a significant place in the field of writing poems. In his poetry, he not only discussed the contemporary bitterness and brutalities of Colonialism but also analyzes the imbalance of power between the East and the West. He opines that the people of the East are ungifted in terms of their rights and their thought and action is devoid of freedom. It is because the strings of their thought and action are controlled by the Westerners, who hold the Easterners hostages for their personal gains, the facilitator of these actions lie among those in the East. The poet has advised his countrymen to abstain from the regretful longing of the fast, age old bad traditions and misinterpretation of religion. His poetry is beautifully adorned with symbolism, effective characterization and insightful historical references.

KEYWORDS

Poetry, Colonialism, Contemporary, Orientalist, Westerners, Symbolism

مشرق کو عام طور پر مغرب کا مقابل خیال کیا جاتا ہے۔ عمومی طور پر مشرق اور مغرب کے درمیان حد بندی تہذیبی عناصر کی بنا پر کی جاتی ہے اور ان دونوں کو محض حد بندیاں نہیں سمجھا جاتا بلکہ یہ دو مختلف رویوں اور ذہنوں کی علامت کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ مغرب کی نشاۃ الثانیہ کے بعد یہ تقسیم اس وقت شروع ہوئی جب یورپ والوں نے رشتہ توڑ لیا جو اس سے پہلے ان دونوں کے درمیان مشترک تھا ان دونوں کے ادب میں بنیادی فرق سیاسی سماجی اور معاشی نظام کا ہے اور اس فرق کو اردو ادب کے شعرا اور مصنفین نے بہتر انداز میں بیان کیا ہے۔ کیونکہ شاعر یا ادیب دنیا کا ایسا طبقہ ہیں جو اپنے جذبات اور احساسات سے شعر کو بنیاد فراہم کرتے ہیں اور اپنے خطے کی صورتحال کی عکاسی

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

اپنے ذوق، وجدان اور شعور کی بنیاد پر کرتے ہیں، وہ جو کچھ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اسی تپش اور حرارت سے دوسروں کو بھی آشنا کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

"کسی بھی قوم کی تاریخ بنانے میں ادیب کی اہمیت واضح ہے ادیب اپنے دور کا مورخ ہوتا ہے وہ ادبی فن پاروں میں اپنے عہد کے احساس و شعور کی تاریخ رقم کرتا ہے۔"(1)

بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی دنیا میں تبدیلیاں رونما ہوئیں اور اس دور میں خصوصاً برصغیر کے باشندوں میں احساس غلامی شدت اختیار کر چکا تھا۔ روشن خیالی کی لہر چل پڑی تھی، اس دور کے نمایاں شاعروں میں ن م راشد نے ناصرف اپنے عہد کو متاثر کیا بلکہ ماضی و حال دونوں زمانوں کو اپنی شاعری میں سمو کر ان کا احوال اپنی نظموں میں بیان کیا ہے۔ اس کے ہاں انسان گوشت پوست کا وجود ہے جو اپنے تہذیبی حوالے رکھتا ہے اور کائنات میں اپنا مکمل نقش رکھتا ہے اس کے خیال میں ماضی میں انسان کا استحصال کیا گیا اور موجودہ انسان اپنے نقوش سے محروم ہو چکا ہے۔

بیسویں صدی کے اردو ادب بالخصوص شاعری میں جب عالمی سطح کا وقار و اعتبار شامل ہوا تو اقبال کے بعد اکیسویں صدی میں ن م راشد اپنی بھرپور شخصیت اور انسانوں کے بھرپور مشاہدے کی بنا پر اردو ادب کے نمایاں شاعر نظر آتے ہیں جو ادبی تحریکات و تغیرات پر ناصرف گہری نظر رکھتے ہیں بلکہ ان تہذیبوں سے بخوبی آگاہ تھے وہ عالمی ادب خصوصاً انگریزی اور فارسی کی ادبی روایات پر عبور رکھتے تھے اور اپنے دور کے علوم وفنون اور فلسفہ و سائنس کے میدان میں ہونے والے انکشافات سے باخبر تھے وہ ایک رجحان ساز تخلیقی شخصیت کے مالک تھے ان کے ہاں وقت کے ساتھ ساتھ سیاسی و سماجی حالات کے زیر اثر شعر و ادب میں دو مختلف تہذیبی دھاروں کا احساس پیدا ہوتا چلا گیا۔

ابتداء میں ن م راشد روایتی شاعروں کے زیر اثر رہے مگر بہت جلد وہ اپنی منفرد تخلیقی صلاحیت اور انفرادیت کو کھوجنے میں کامیاب ہو گئے وہ پختہ فکر و دانش کی شاعری کرتے ہیں اور ان کی سوچ کا دائرہ وسیع ہے انہوں نے ملکی سیاست و معاشرت سے لے کر وسطی ایشیاء اور تیسری دنیا کے محکوم ممالک کی حالت پر غور کیا اور یوں ان کی شاعری کا دائرہ بین الاقوامی آفاقیت تک پہنچ گیا اور انہوں نے مذہبی جغرافیائی، لسانی اور دوسری حد بندیوں کو توڑ کر ایک نیا آدرشی انسان، کی نفسیات کو بیان کیا جس کے ظاہر و باطن میں اہم آہنگی ہے جو اس دنیا میں حاکم ہے اور نہ محکوم بلکہ وہ ایک خواب دیکھنے والا دانشور ہے۔

ان کی شاعری ان کے عہد کی اقتصادی، سیاسی اور سماجی زندگی خارج کی محرومیوں کے باعث اپنے اندر ایک کش مکش رکھتی ہے جہاں ماضی کی روایات سے سمجھوتہ نہیں، جہاں بے اطمینانی، بے چینی اور تشکیک راشد کے دور کے ہندوستان کے نوجوانوں کا مقدر تھی جو نئی زندگی کی تلاش میں تھے مگر مغربی استعماریت اور اقدار کے اثرات نے برصغیر کی اقدار کو پارہ پارہ کر دیا تھا ایسے میں نوجوان نسل کو نہ تو ماضی میں اپنی شناخت ملتی تھی اور نہ ہی وہ مغربی اقدار کو اپنانے کے لائق تھے، وہ مشرق کے ہارے ہوئے تھکے ماندے، تہذیبی دباؤ اور مذہبی عقائد وافکار کے بوجھ تلے دبے ہوئے بے بس باشندے تھے:

"روزنِ در سے لرزتے ہوئے دیکھا میں نے
خرم و شاد سر راہ اُسے جاتے ہوئے
سالہا سال سے مسدود تھا یارانہ مرا
اپنے ہی بادہ سے لبریز تھا پیمانہ میرا
اس کے لوٹ کے آنے کا امکاں نہ تھا
اس کے ملنے کا ابھی ارمان نہ تھا
پھر بھی وہ آ ہی گیا
کون جانے کہ وہ شیطان نہ تھا
بے بسی میرے خداوند کی تھی!" (گناہ)(2)

برصغیر کے انسان کے اصل مسائل قوت نمو کا فقدان، باطن سے بے خبری، انفعالیت اور زوال پذیری ہیں اور انہیں ان مسائل کا ادراک بھی نہیں ہے اور روایت، مذہب کے جامد تصور میں جکڑے ہوئے ہیں اور مشرق و مغرب کے درمیان ظلم کی ایک دیوار حائل ہے اس نے مشرق کے ایک تھکے ماندے الجھنوں کا شکار انسان کا تصور پیش کیا ہے جو زندگی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔

وہ کہتے ہیں:

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

> ''انسان کی مجموعی پستی اور ذلت، جہالت، فقر اور بیماری نے کبھی اتنی شدت اختیار نہیں کی تھی جو ہمارے زمانے میں کر لی ہے۔ ساتھ جنگ، استعمار، جہالت اور فقر اور بیماری کو دور کرنے کے لیے انسان کے ادراک اور شعور دونوں پر کبھی اتنا دباؤ نہیں ڈالا گیا جتنا ہمارے زمانے میں ڈالا گیا ہے۔''(3)

ادبی روایات کے ساتھ ساتھ انہیں مذہبی اور معاشرتی روایات کا باغی بھی سمجھا جاتا ہے۔ ان کی نظموں میں ماضی اور حال دونوں زمانوں کا بیان ہے اور اس کی ذات صدیوں سے اذیت کے حصار میں ہے:

> ''ن م راشد شاعری کو بھی زندگی کی طرح ہمہ رنگ اور ہمہ جہت بناتے ہیں ان کے لہجے میں تہذیبی تاریخ بولتی ہے اور عصری شعور انگڑائیاں لیتا ہے وہ غیر ملکی استبداد سے نفرت کرتے ہیں اور استعماری ذہنوں کے شدید خلاف ہیں اسی طرح وہ ہر طرح کے معاشی اور تہذیبی استحصال کے بھی دشمن ہیں۔''(4)

راشد کی شاعری میں فرد سے اجتماع کی طرف رجحان غالب ہے اور وہ شاعری میں عصری مسائل کو بیان کرتے ہیں انہوں نے تہذیبی تضادات کو دیکھا اور ہمیشہ اپنی شاعری میں مشرق کی بے وقعتی اور خرابی کا تذکرہ دکھی انداز میں کرتے ہیں اور یہ وہی مشرق ہے جس کے بارے میں اقبال احمد نے لکھا:

> ''ہندوستان کو عالمی رائے عامہ میں ایک خاص ستائشی منصب حاصل رہا ہے ایک پُر اسرار عقیدت کی حامل قدیم سر زمین نہایت کشادہ، وہ جگہ جہاں ہندو اور مسلمان، مسیحی اور بدھ کے ماننے والے اور زرتشتی آباد ہیں اور پھر البرٹ، ڈسمنڈ ٹو اور مارٹن لوتھر کا روحانی وطن۔''(5)

راشد کی شاعری ہندوستان میں سیاسی آزادی کی جدوجہد اور دوسری جنگ عظیم کے دوران میں اپنے عروج کی طرف بڑھی جس میں فرد کو مکمل آزادی حاصل ہو۔ ان کے شعری مجموعے 'ماورا' میں سیاسی جدوجہد اور عام معاشرتی صورتحال اور فرد کی جذباتی اور مذہبی کش مکش کی عکاسی کی گئی ہے۔ ان کی ابتدائی شاعری نوجوان نسل کی ذہنی کیفیت کی نمائندگی کرتی نظر آتی ہے جس میں عام انسان کے معاشی اور معاشرتی مسائل کو بیان کیا ہے:

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

"ارض مشرق، اک مبہم خوف سے لرزاں ہوں میں
آج ہم کو جن تمناؤں کی حرمت کے سبب
دشمنوں کا سامنا مغرب کے میدانوں میں ہے
ان کا مشرق میں نشاں تک نہیں!" (اجنبی عورت)(6)

راشد ان طبقاتی تضادات کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں تو اس میں ایک طرف تو انگریزوں کی غلامی سے چھٹکارا ضروری خیال کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ ماضی کی اقدار خصوصاً مذہبی اقدار سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مذہب کے ساتھ ساتھ معاشرتی احساسات سے بغاوت بھی کرتے ہیں اور خاص طور پر مشرق کی بے وقعتی اور خرابی کا تذکرہ دُکھی انداز میں کرتے ہیں ان کے نزدیک مشرق کی خرابی کی اصل جڑ اس عقیدے میں ہے کہ انسان کے سارے اعمال وافعال خدا کی مرضی کے مطابق طے پاتے ہیں ایسی صورتحال کا مشاہدہ انہوں نے ہندوستان کے ساتھ ساتھ ایران میں بھی کیا جہاں مشرق و مغرب کی سیاسی و تہذیبی کش مکش ہے گویا استعماریت، ماضی سے لگاؤ اور مذہب یہ ایسے سم قاتل ہیں جو تیسری دنیا خصوصاً ہندوستان کے لوگوں کی فکر اور سوچ پر جمود طاری کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں دراصل ماضی سے لگاؤ اور مذہب میں پناہ تلاش کرنا استعماریت ہی کے ہتھکنڈے ہیں جن کے ذریعے انہوں نے محکوم ملکوں کو آئندہ کے لائحہ عمل تیار کرنے سے محروم رکھا اس کی مثال ہندوستان میں استعماریت کے دور میں قدیم تہذیب کی تلاش کو اہمیت دی گئی اور اہل ہندوستان کو برطانیہ میں ہونیوالی علمی و تعلیمی سرگرمیوں کی بھنک تک نہیں پڑنے دی گویا ماضی پرستی اور مذہب کی افیون دے کر وہ انہیں طویل عرصہ تک غلام بنا کر رکھنا چاہتے تھے:

"میں اس قوم کا فرد ہوں جس کے حصے میں محنت ہی محنت ہے نان شبینہ نہیں ہے۔
اور اس میں بھی یہ قوم دلشاد ہے شوکت پاستاں ہے
اور اب بھی ہے امید فردا کبھی ساحرِ بے نشاں سے
بہت ہے کہ ہم اپنے ابا کی آسودہ کوشی کی پاداش میں آج
بے دست و پا ہیں

اس آئندہ نسلوں کی زنجیرپا کو ہم توڑ ڈالیں گے
یہ شاید کسی نے حسرت کی پہلی کرن دیکھ پائی
نہیں اس دریچے کے باہر تو جھانکو
خدا کا جنازہ لئے جا رہے ہیں فرشتے
اس ساحرے بے نشاں کا جو مغرب کا آقا ہے مشرق کا آقا نہیں
یہ انسان کی برتری کے نئے دور کے شادیانے ہیں سن لو
یہی ہے نئے دور کا پرتو اولیں بھی" (پہلی کرن)(7)

اور راشد ماضی کی فرسودہ روایات سے نجات حاصل کرنے کے لیے مذہبی اقدار سے وابستہ معاشرتی و سماجی اقدار سے بغاوت کو ضروری خیال کرتے ہیں کہ جب تک ہم ان زنجیروں کو توڑیں گے نہیں تب تک ہم عہد جدید کے باسی نہ بن سکیں گے:

"اس مینار کے سائے تلے کچھ یاد بھی ہے
اپنے بے کار خدا کی مانند
اونگھتا ہے کسی تاریک نہاں خانے میں
ایک افلاس کا مارا ہوا ملائے حزیں
ایک عفریت اداس
تین سو سال کی ذلت کا نشاں
ایسی ذلت کہ نہیں جس کا مداوا کوئی" (دریچے کے قریب)(8)

راشد نے غیر ملکیوں کے قبضے اور استحصال سے سرکشی کے اظہار کے لیے آزاد نظم کو اپنایا اور اس کی شاعری مشرق و مغرب کی آویزش کے نتیجے میں مشرق کی بیداری کا ایک امید افزا پیغام دیتی ہے۔ وہ اہل ایران سے بطور ہندوستانی ہمدردی رکھتا تھا کیونکہ ایران میں قیام کے دوران میں اسے احساس ہوا کہ سب ایشیائی تاریخی اور جغرافیائی طور پر ایک

زنجیر سے بندھے ہوئے ہیں اور جنگ کے زمانے میں ایران کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ اتحادی فوجوں کے راستے پر تھا اس لیے راشد ایشیا کی تعمیر نو کو آدم نو کی ولادت سے تعبیر کرتے تھے:

"بس ایک زنجیر
ایک ہی آہنی کمند عظیم
پھیلی ہوئی
مشرق کے ایک کنارے سے دوسرے تک
میرے وطن سے ترے وطن تک
بس ایک ہی عنکبوت کا جال ہے کہ جس میں
ہم ایشیائی اسیر ہو کر تڑپ رہے ہیں" (من و سلویٰ)(9)

اور راشد کے نزدیک اس کا حل اہل ایشیا کے اتحاد اور جدوجہد میں پوشیدہ ہے:

"۔۔۔اور اب عہدِ حاضر کے ضحاک سے
رست گاہی کا راستہ یہی ہے
کہ ہم ایک ہو جائیں، ہم ایشیائی
وہ زنجیر، جس کے سرے سے بندھے تھے کبھی ہم
وہ اب سست پڑنے لگی ہے
تو آؤ کہ ہے وقت کا تقاضا
کہ ہم ایک ہو جائیں ہم ایشیائی" (نارسائی)(10)

"ان کی شاعری کے منظر نامہ پر انسانی آشوب، انحطاط، سماجی جبر اور تشدد، غلامی اور استحصال اور سماجی تبدیلیوں کا عمل تیزی سے ابھرتا ہے اس کا لب و لہجہ کہیں کہیں بلند بھی ہو جاتا ہے یوں راشد کا شعری افق سماجی اور تہذیبی واردات کو پیش کرتا ہے۔"(11)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

راشد کے ہاں آزادی کے حصول کی خواہش نمایاں ہے اور یہ آزادی صرف سیاسی و سماجی نہیں بلکہ وہ فرد کی فکری آزادی اور فرد کے وجود کی آزادی کے خواہش مند ہیں ان کی نظمیں ''رقص'' یا ''انتقام'' میں انہوں نے جہاں فرد کا بحرانی ردِ عمل بیان کیا ہے وہیں جنسی سماجی تجربوں کو بھی بیان کیا ہے، ان کی شاعری کا انداز خطیبانہ ہے اور بلند آہنگ ہے اور اس بلند آہنگ میں اضطراب کی کیفیت نمایاں ہے۔ مگر وہ ماضی کے نظریاتی اور فکری نظام سے منحرف نہیں بلکہ اس زمانے کے بارے میں ایک مکمل نظریاتی اور افادی نقطہ نظر رکھتے ہیں جہاں وہ ماضی کے افکار و خیالات کو رد کرتے ہیں گویا وہ ماضی کی فرسودہ روایات اور افکار پر تنقید کرتے ہوئے اپنے معاشرے کو از سر نو تخلیق کی جانب راغب کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ وہ تاریخ و تہذیب کے تصورات سے استفادہ کرتے رہے اور اپنی تہذیب کے ماضی سے خوفزدہ بھی رہے اور ان روایات سے انحراف بھی کرتے رہے مگر اس انحراف کے باوجود ان کی تخلیقات میں ان کا اظہار ملتا ہے اور ان کی شاعری میں مختلف ادوار کے کردار، علامتیں دراصل معاشرے کے انحطاط اور زوال کی ایک تصویر پیش کرتی ہیں۔ مثلاً نظم ''اندھا کباڑی''، میں ایسے صاحب بصیرت شخص کا المیہ بیان کیا ہے جس کا پورا شہر بے بصیرت اور خوابوں سے خوفزدہ ہے اور اس اندھے کباڑی کا عمل صرف سوچنے تک محدود ہے وہ سرزمین جس کے باشندے بے عمل اور خوف میں مبتلا ہوں تو ان کا انجام رفتہ رفتہ زوال اور آخر کار موت ہے۔

''تجھے معلوم ہے مشرق کا خدا کوئی نہیں

اور اگر ہے تو سراسر پردہ نسیاں میں ہے'' (شاعر درماندہ)(12)

''راشد کی شاعری میں پیدائش سے اختتام تک سامراجی استحصال کا حوالہ ملتا ہے برصغیر میں سامراجی استحصال کی روایت دو سو سال سے زیادہ پرانی ہے اور اس استحصال نے یہاں نمو پذیری کے تمام چشمے خشک کر دیے تھے، اقتصادی، سیاسی اور ہمہ گیر ملکی غلامی نے برصغیر کے ذہنوں کو ایک طویل عرصے تک ماؤف کئے رکھا برصغیر کی آزادی کے بعد نو آبادیاتی اثرات برقرار رہے مختلف سیاسی اور انتظامی ادارے ان بدترین اثرات کی تباہ کن زد میں رہے اور آنے والے حکمرانوں نے چنداں کوشش نہیں کہ ان کا طبقاتی کردار خود اس راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بن گیا تھا۔''(13)

"اے عشق ازل گیر، ابد تاب
میرے بھی ہیں کچھ خواب
اس دور سے، اس دور کے سوکھے ہوتے دریاؤں سے پھیلے ہوئے صحراؤں سے، اور
شہروں کے ویرانوں سے
ویرانہ گروں سے میں حزیں اور اداس!
اے عشق ازل گیر وابد تاب
میرے بھی ہیں کچھ خواب" (میرے بھی ہیں کچھ خواب)(14)

یہ وہ دور تھا جب مایوسی ہی مایوسی تھی اور فرنگی شکاری کی مانند اپنے استعماری رویوں سے عوام کا لہو چوس رہے تھے اور شہر میں نہ تو کوئی رہبر تھا اور نہ ہی رہنما اور اس بے سمتی کے عالم میں دور دور تک منزل کے آثار نہ تھے ہر طرف حرص اور طمع کا بازار گرم تھا زندگی کی حقیقی اقدار بے معنی ہو کر شکست کھا چکی تھیں ہر طرف خوف اور دہشت کی فضا تھی۔ راشد نے اپنی نظم "بوئے آدم زاد" میں مغرب کے ہزیمت خوردہ نظام کی بے بسی اور سماجی ہتھکنڈوں کے باوجود ان کی شکست وریخت کا اظہار کیا ہے اور نظم "دریچے کے قریب" کا شہر سیاسی اور سماجی زوال کا شہر ہے جو استعماری گرفت اور بے سمتی اور مستقبل کی روشنی کے بغیر زندہ ہے۔ اس طرح 'ماورا' اور "ایران میں اجنبی" کے مجموعوں میں استعماریت کے ہاتھوں یرغمال شہریوں کی تصویریں ملتی ہیں جہاں جنوبی ایشیا اور ایران کی خود مختاری اور آزادی تک کے عہد کی سیاسی اور سماجی صورتحال کو مؤثر انداز میں بیان کیا ہے جہاں ایرانی طبقہ اشرافیہ عیش و عشرت میں مگن تھا اور استعماری قوتیں یہاں عام لوگوں کا استحصال کر رہی تھیں اور اشرافیہ نے استعماری قوتوں سے اپنی عیش و عشرت کے عوض عوام کے مفادات کا سودا کر لیا اور پھر یہ عام طبقہ عبرت ناک انداز میں ذلت و غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گیا اور طہران میں رہائش کے دوران میں شاعر نے یہ عبرت ناک مناظر، ملکی تباہی اور طبقاتی تضادات کا مشاہدہ کیا اور انہیں اپنی شاعری میں سمویا:

"اور اُس شام جشن عروسی میں
حسن و مے رقص و نغمہ کے طوفان بہتے رہے تھے

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

فرنگی شرابیں تو عنقا تھیں
لیکن مئے نابِ قزوین و خلارِ شیراز کے دورِ پیہم سے،
رنگین لباسوں سے،
خوشبو کی بے باک لہروں سے،
بے ساختہ قہقہوں سے، ہمہموں سے،
مزامیر کے زیر و بم سے،
وہ ہنگامہ برپا تھا
محسوس ہوتا تھا
طہران کی آخری شب یہی ہے!" (ہمہ اوست)(15)

راشد کے شعری مجموعے "لا=انسان" میں شاعری کا مرکز وہ آفاقی انسان ہے جو اقدار کی شکست و ریخت اور ان کی تباہی پر نوحہ کناں ہے اور اپنے وجود کے معنی کھو بیٹھا ہے اور تنہائی کا شکار ہے اب راشد کی سوچ مشرق کی حدود سے باہر نکل کر نئے افق تلاش کر رہی ہے اور وہ اپنے اندر کی بے قدری، ماضی کی فرسودہ روایات اور بے عملی کا ذکر کرتے ہوئے افسردہ ہو کر کہتے ہیں:

"ہم محبت کے خرابوں کے مکیں
ریگِ دیروز میں خوابوں کے شجر بوتے رہے
سایہ ناپید تھا، سائے کی تمنا تلے سوتے رہے" (ریگِ دیروز)(16)

"زندگی تو اپنے ماضی کے کنویں میں جھانک کر کیا پائے گی
اس پرانے اور زہریلی ہواؤں سے بھرے ہوئے کنویں میں
جھانک کر اس کی خبر کیا لائے گی
اس کی تہہ میں سنگ ریزوں کے سوا کچھ بھی نہیں" (زندگی اک پیرہ زن)(17)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

خدا انسان سے کنارہ کش ہو رہا ہے اس سے دور ہو رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کی رحمت سے محروم ہو رہا ہے۔راشد کے نزدیک جسم اور روح مشرق کی نمائندگی کرتے ہیں اور جسم اور انسان مغرب کے نمائندہ ہیں اور راشد انسان کی بازیافت چاہتا ہے:

> ''میری نظر میں راشد کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری کو اپنے انتہائی بیدار سماجی اور سیاسی شعور کے ہاتھوں اونے پونے نہ بیچ کر شاعر اور آہنگ کے پاس رہن رکھ دیا۔''(18)

راشد اپنے دیس میں آنے والے تیل کے سوداگروں کے بھیس میں راہزنوں سے بھی خوفزدہ ہے جو کسی بھی وقت شہر پر قبضہ کر سکتے ہیں نظم 'اجنبی عورت' میں مشرق و مغرب کی آویزش کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے جہاں ہندوستان کے لوگوں پر اہلِ مغرب جمہوریت اور امن کا لبادہ اوڑھ کر تہذیب و تمدن کی تباہ کاری میں مصروف ہیں اور ایسے میں اہلِ مشرق کو اپنے آدرش اور خواب ہی ان سے بچاتے ہیں مشرق جہاں قدیم عمارات ہیں چمن زار تھے جہاں بیٹھ کر زندگی کا لطف لیا جاتا تھا مگر اب وہ اجڑے ہوئے کھنڈر ہیں ان اجنبی حملہ آوروں نے تباہی و بربادی سے اس خوبصورتی کو مٹا کر رکھ دیا۔اب ہندوستان کے نوجوانوں کے گروہ میں شان و شوکت نہیں رہی عورت کی ہنسی میں زندگی اور خوشی کی کھنک نہیں ہے گویا اس بکھری ہوئی انسانیت میں تمنا کا عکس ناپید ہے۔ایسے میں اس انسانی آشوب میں آدمی خود کو تنہا محسوس کرتا ہے،وہ خارجی دنیا کے جبر و تشدد میں عدم شناخت کا شکار ہو کر فراریت کی راہ اختیار کرتا ہے،مزاحمت کا رویہ اختیار کرتا ہے اور آخری راستہ ٹھوس سماجی حقائق کا جائزہ لے کر آنے والے بہتر کل کے خواب آنکھوں میں سجا کر ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے اور یوں اجنبیت کا شکار تنہا شخص کے چہرے پر کرب واذیت کے اثرات دکھائی دیتے ہیں اور اس معاشرے میں جہاں اجنبی قوتوں کا غلبہ ہو وہاں فرد کی عظمت کا نفاذ ممکن نہیں ان کی نظم ''میرے بھی ہیں کچھ خواب''، کی پہلی شکل تہذیبی اور معاشرتی زوال اور فکر کا بنجرپن ہے اور یوں معاشرے کا چلتا پھرتا انسان صدیوں کے کشت و خوں، ہتھیاروں اور جنگوں کے عذاب اور استحصال کی چکی میں پس کر رہ گیا ہے اور جب وہ مشرق و مغرب کی زندگی کا تقابل کرتے ہیں تو افسردہ ہو جاتے ہیں:

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

"کہ ہم تا بکے اپنے اوہام کینہ کے دل بند بن کر یوں ہی عافیت کے پر اسرار لذت کے
آغوش میں زہر تقدیر پیتے رہیں گے۔
ابھی اور کے سال دریوزہ بن کر جیتے رہیں گے"

یہاں دریوزہ گری راشد کے نزدیک ارض مشرق اور اہل مشرق کی پستی کا سبب ہے راشد نے فرد کی 'انا' کی حفاظت کی کوشش کی اور جس فرد کی انہیں تلاش ہے وہ در حقیقت مغرب کا ہی فرد ہے۔ "لا=انسان" اور "گمان کا ممکن" میں راشد نے آدم نو کا خواب دیکھا اور پھر اس کا المیہ بھی پیش کیا:

"مرے دل، صحرانورد۔۔۔۔
مرے دل، صحر نورد، پیر دل
جاگ اٹھا ہے مشرق و مغرب کی ایسی یک دلی
کے کاروانوں کا نیا رویا لیے،
یک دلی ایسی ہو گی کہ ہو گی فہم انسان سے ورا" (میرے دل صحرانورد، پیر دل)(19)

اور نظم "زندگی سے ڈرتے ہو" میں کہتے ہیں:

"شہر کی فصیلوں پر دیو کا جو سایہ تھا پاک ہو گیا آخر
رات کا لبادہ بھی
چاک ہو گیا آخر، خاک ہو گیا آخر
اژدھام انساں سے فرد کی نوا آئی
ذات کی صدا آئی
راہِ شوق میں جیسے راہرو کا خوں لپکے
اک نیا جنوں لپکے
آدمی چھک اٹھے
آدمی ہنسے، دیکھو، شہر پھر بسے دیکھو" (زندگی سے ڈرتے ہو)(20)

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

راشد کی نظم میں 'ریت کی سرحد'، 'ریت کی تہہ' اور 'دیو کا سایہ' اور 'رات کا لبادہ'، دراصل ہمارا قومی اور تہذیبی ماضی ہے جس میں خدا کا وجود وجود مطلق ہے اور ساری کائنات اس وجود کے تابع ہے اور راشد نے اپنے تصور میں اس دیو کو شکست دے دی ہے اور نئے انسان کی آمد کا نغمہ سنایا ہے اور اسی طرح ان کی کچھ نظموں میں عوامی بے حسی اور اس کے اسباب کا پتہ لگایا ہے اور وہ اپنے شکستہ خوابوں کے المیہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''ہم محبت کے خوابوں کے مکیں
وقت کے طول المناک کے پروردہ ہیں
ایک تاریک ازل نور ابد سے خالی
ہم جو صدیوں سے چلے ہیں سمجھتے ہیں
کہ ساحل پایا
اپنی تہذیب کی پاکوبی کا حاصل پایا''   (ریگ دیروز)(21)

اسی طرح معاشرتی استحصال کے حوالے سے ان کی نظمیں 'خودکشی'، 'انتقام'، 'رقص'، 'ایران میں اجنبی'، 'حسن کوزہ گر'، 'ابو لہب کی شادی'، 'بوئے آدم زاد'، 'اندھا کباڑی'، 'سباویراں' اور 'اسرافیل کی موت' ان کی سوچ کی بھرپور، عکاسی کرتی ہیں اور اپنی نظم 'راہبہ' میں دلی خواہشات کی عکاسی کی ہے اور راہبوں کے خوف بے حسی اور عاجزی کا المیہ بیان کیا ہے راشد کا خیال ہے کہ راہب یہ تو سمجھتا ہے کہ جبلت کی آواز مستند اور حقیقی ہے لیکن وہ اس آواز کی جانب سے کان بند کر لیتا ہے کہ اسے مذہبی اخلاق سے بغاوت کا حوصلہ نہیں۔ راشد نے 'راہبہ' کے تصور کو ایک نئی معنویت دی ہے اس کے نزدیک عوام راہب ہیں جنہیں سحر نو کی خواہش تو ہے لیکن ان میں بغاوت کا حوصلہ نہیں اور راہبہ کو ایک آرزو اور خواہش قرار دیا ہے اور یوں اپنے دور کی معاشرتی کش مکش کو بیان کیا ہے۔

نظم 'اسرافیل کی موت'، میں انسانی ضمیر کی موت کا المیہ بیان کیا ہے اسرافیل جو کائنات میں رنگ و آہنگ اور سوز و گداز رکھتا تھا اس کی موت واقع ہو چکی ہے اور راشد نے اس نظم میں ایک مشرقی بزرگ کی تجسیم کو پیش کیا ہے اس نظم میں مایوسی اور سوز کی کیفیت ہے ان کے خیال میں چونکہ اسرافیل کی موت سے کائنات کا تغیر ختم ہو گیا ہے گویا وہ علوم و فنون اور انسان سے جڑے ہوئے تمام افکار کا سلسلہ ختم ہو جائے گا گویا کائنات کی تباہی و بربادی کی طرف اشارہ ہے۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

اور ''لا=انسان'' میں 'دیو' کی ایک علامت ابھرتی ہے اور اس کے ہاں 'دیو' نوآبادیاتی اور استعماری طاقتوں کی علامت ہے۔ یہ علامت زمین کے ایک وسیع خطے پر ظلم تشدد کے ساتھ انسانوں اور ان کی زمینوں پر قابض ہے مگر اب وہ وقت آنے والا ہے جب یہ استعماری قوتیں آزادی اور حریت پسند قوتوں کے ہاتھوں شکست کھانے والی ہیں اور نظم 'زندگی سے ڈرتے ہو' میں رات کو ظلم کے حصار کی علامت کے طور پر بیان کیا کہ جب یہ حصار ٹوٹ جائے گا تو ایک نئے دور کا آغاز ہو گا۔

''راشد کی شاعری کا سفر رومانیت سے حقیقت پسندی سے ایک صحت مند آدرش کی تلاش کا سفر ہے۔''(22)

شاعر نے تاریخ کی کڑیوں کو ملانے کے لیے نظم 'من و سلوی' میں تاریخ کے طویل استعمار کی طرف اشارہ کیا ہے جو تاتار سے شروع ہو کر انگریز دور تک پھیلا ہوا ہے اور نظم 'سباویراں' میں تہذیب و تاریخ کے عمل کا شعور ملتا ہے شاعر نے اس نظم میں جس ویرانی اور بربادی کا ذکر کیا ہے وہیں اس کو غارت کرنے والے 'غارت گر' کو استعمار اور نوآبادیاتی طاقت کی علامت قرار دیا ہے جس کے جنگ عظیم دوم کے بعد ایران سیاسی اور سماجی تنزلی کا شکار ہو گیا اور نوآبادیات اور استعمار کی نوآبادیاتی طاقتوں نے اسے برباد کر کے رکھ دیا اور 'سلمان' دراصل ایشیا کے حکمرانوں کی علامت ہے جو جوش اور جذبے سے عاری، ناکامیوں کا شکار، افسردہ اور متفکر ہو کر اپنا سر زانو پہ رکھ کر بیٹھا ہے کیونکہ دنیا میں آگے بڑھنے کے لیے جس جوان جذبے کی ضرورت ہے اب وہ سلمان زندگی سے عاری ہے اور سبا وہ جگہ ہے جہاں سلمان کی بیوی بلقیس رہتی ہے:

''سباویراں کہ اب تک اس زمیں پر ہیں
کس عیار کے غارت گروں کے نقش پا باقی
سبا باقی نہ مہ روئے سبا باقی
سلمان سر بہ زانو
اب کہاں سے قاصد فرخندہ پے آئے
کہاں سے کس سبو سے کاسۂ پیری میں مئے آئے''   (سباویراں)(23)

شاعر نے اسے 'سباویراں' کہا ہے جو اب زندگی کے آثار سے دور ہے اور یہ خطہ بے یقینی کی صورتحال سے دوچار ہے اور اب اس خطے پر غور و فکر اور حرکت و عمل پر آسیب کا سایہ چھا گیا ہے اور طاقتوروں نے پورے ماحول پر بے عملی کی چادر تان دی ہے تخلیقی عمل ساکت ہو گیا ہے اور آسیب کا شکار انسانوں کی آزادی سلب کر لی گئی ہے اور پھر بنجر پن اور ویرانی ان کا مقدر بن گئی ہے یہ نظم دراصل اس زوال کی داستان ہے جو آخری حدوں سے گزر کر جا چکا ہے اور تاریخ میں ایک المیہ کا نشان چھوڑ گیا ہے اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ زندگی لمحہ بہ لمحہ آگے بڑھتی چلی جاتی ہے اور ماضی پرستوں کے لیے یہ المیہ انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے مگر تاریخی عمل نہ تو پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے اور نہ ہی اس میں ہمدردی کے جذبات ہوتے ہیں اور راشد کی نظر میں ماضی پرستی دیوانگی کی ایک شکل ہے وہ ماضی کو لا حاصل احساس تصور کرتے ہیں۔

''نظم ریگ دیروز''، بھی اسی لا حاصل کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کی سرزمین بنجر اور ویران ہے اور ایسے میں ماضی کی طرف دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے ہم بے مقصد آغاز و انجام کی دنیا کے باسی ہیں جہاں سائے کی خواہش تو ہے مگر زمین بنجر اور بے شجر ہے اور صدیوں پہلے فراعین مصر نے جس طرح بنی اسرائیل کو ظلم و تشدد سے بدترین غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا تھا آج مشرق وسطی کے لوگوں کی صورتحال اسی ذلت، غلامی کی زندگی گزارنے والوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

راشد نے اپنی نظم 'سمندر'، سمندر کی تہہ میں دنیا کی قدیم ترین علامات کے پردے میں تینوں زمانوں کو مخاطب کیا ہے ماضی پر اس نے خاموشی اختیار کی اور حال کو موت کے چنگل میں دیکھا جسے دوبارہ اپنا آپ حاصل کرنا ہے اور مستقبل اسے ایک امید کی کرن دکھائی دیتی ہے جس سے نئی زندگی کا تصور ابھرتا ہے جہاں زندگی میں حرکت اور ہلچل ہو گی، اب اس شہر آئندہ کے آثار دکھائی دینے لگے ہیں کیونکہ لوگ اس کے والہانہ استقبال کے لیے تیار ہوتے نظر آرہے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی نظم 'آئینہ' میں اس خدشے کا اظہار بھی ہے کہ فرد جو نا ختم ہونیوالی تنہائی کا شکار ہے وہ شعوری طور پر اس تبدیلی کی طرف مائل نہیں اور نہ ہی اس میں تبدیلی کی کوئی خواہش ہے۔

ان کی شاعری ان کے عہد کی اقتصادی، سیاسی اور سماجی زندگی اور خارج کی محرومیوں کے باعث اپنے اندر ایک کش مکش رکھتی ہے جہاں ماضی و روایات سے سمجھوتہ نہیں، جہاں بے اطمینانی، بے چینی اور تشکیک راشد کے

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

خیال میں ہندوستانی نوجوانوں کا مقدر بن چکی ہے اور تہذیبی دباؤ اور مذہبی اقدار کے بوجھ تلے دبے انسان اپنا وجود تلاش کرنے کی جستجو میں بے دم ہو گئے ہیں۔ اور ان کی ہر کوشش بالآخر لاحاصل اور بے نتیجہ ثابت ہوتی ہے اور طاقتور بیرونی عناصر ان کی ہر حکمت کو اپنی شاطرانہ چالوں، اوچھے ہتھکنڈوں اور پکاؤپیادوں کے ہاتھوں نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ اور ایسے میں وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے ''ساحر بے نشاں جو مغرب کا آقا ہے مشرق کا آقا نہیں'' گویا ان ظالم طاقتوروں کے سامنے ان کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو پاتی کیونکہ استعماری قوتوں نے ان پر ماضی پرستی، مذہب کا آسیب، تقدیر کی غلط توضیح اور بے عمل اشرافیہ کو مسلط کر دیا ہے اور وہ جب اس چنگل سے نکلنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ تو استعماریت کے نمائندے ہمدردی کے لبادے میں ان پر خوف طاری کر کے انہیں فراریت کی راہ سجھاتے ہیں۔ اور پھر ان کی فکر پہ جمود طاری کرنے کے لیے ایسا حربہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ مزاحمت کا راستہ اختیار کرتے کرتے تاریکی اور مایوسی کے آخری کنارے پر جا کھڑے ہوتے ہیں۔ جہاں سے واپسی کے راستے مسدود ہوتے ہیں۔

مگر ایک وقت ایسا آئے گا جب یہ محکوم تفکر و تدبر سے ان غاصب قوتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر ''مٹھی بھر انسانوں پر غلاموں کا جمِ غفیر، غالب آجائے گا'' اور راشد کو ایک ایسی ہی سحر نو کی امید ہے جہاں جبر واستبداد کی زنجیریں ٹوٹ جائیں گی اور انسانی فکر اور سوچ میں وسعت پیدا ہو گی اور وہ جہانِ تازہ کی نمو میں اپنا مؤثر کردار ادا کریں گے راشد نے نظم 'بوئے آدم زاد' میں ان استعماری قوتوں کے ظلم و ستم کی تاریک رات کو چھٹتے دیکھا ہے کہ اب ان جابر قوتوں کے حوصلے پست ہو چکے ہیں اور اب نئے انسان اپنے خوابوں کی ٹھوس حقیقت تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے،

اسی خیال کا اظہار انہوں نے نظم ''تماشا گہہ لالہ زار'' میں آدم نو کے وجود کے ح jوالے سے کیا ہے:

''مگر اب ہمارے نئے خواب کابوس ماضی نہیں ہے
ہمارے نئے خواب ہیں، آدم نو کے خواب
جہانِ تگ ودو کے خواب!
جہانِ تگ ودو، مدائن نہیں
کاخِ فغفور و کسریٰ نہیں

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

یہ اُس آدم کا ماویٰ نہیں

نئی بستیاں اور نئے شہر یار“ (تماشا گہہ لالہ زار)(24)

دنیا کی ادبیات میں ایشیائی ممالک میں بہت سے ادبی تغیرات نظر آتے ہیں جن کی ایک وجہ یہاں کی آب و ہوا اور جغرافیائی حالات ہیں جن سے جسم و ذہن میں سستی پیدا ہوتی ہے اور دوسری بڑی وجہ مذہب ہے جس نے ہندوستان کے لوگوں کو اجتماعی نقطہ دیا کہ جس سے نہ تو یہ خارجی حالات قبول کر سکے اور نہ انفرادی ترقی حاصل کی اور اس کے خیال میں مشرق نے اپنے تمام کام خدا کے سپرد کر دیے ہیں۔ راشد نے اپنی شاعری میں اسی مجہول مذہبیت، روایت پرستی اور بیرونی غلامی کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا اور ہندوستانی تہذیب و تمدن کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مشرق کی نا صرف تھکن اور بے چارگی کا تذکرہ کیا بلکہ اس آزاد اور تبدیلی کی فضا کو بیان کیا جس کے لیے فرد اور ذات کے اندر کش مکش جاری ہے اور اس جدوجہد کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کے فکر و عمل میں تبدیلیاں واضح ہو رہی ہیں۔

حوالہ جات

1۔ سجاد باقر رضوی، تہذیب و تخلیق، (لاہور: مکتبہ ادب جدید، 1996ء)، ص 39
2۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، ماورا، نظم: گناہ، (لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، 1991ء)، ص 88
3۔ تبسم کاشمیری، لا=راشد، (لاہور: نگارشات، 1996ء)، ص 159
4۔ فرزانہ سید، نقوش ادب، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 1998ء)، ص 442
5۔ اقبال احمد، اقبال احمد کے مضامین، (لاہور: مکتبہ جدید، 2001ء)، ترجمہ: حسن عابدی، ص 275
6۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، ماورا، نظم: اجنبی عورت، ص 109
7۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، ایران میں اجنبی، نظم: پہلی کرن، ص 120
8۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، ماورا، نظم: دریچے کے قریب، ص 96

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 40, Issue No. 1, June 2024

9۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، ایران میں اجنبی، نظم: من وسلوی، ص187
10۔ ایضاً، نظم: نارسائی، ص198
11۔ تبسم کاشمیری، لا=راشد، ص60
12۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، ماورا، نظم: شاعر درماندہ، ص93
13۔ تبسم کاشمیری، لا=راشد، ص159
14۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، لا=انسان، نظم: میرے بھی ہیں کچھ خواب، ص287
15۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، ایران میں اجنبی، نظم: ہمہ اوست، ص210
16۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، لا=انسان، نظم: ریگ دیروز، ص264
17۔ ایضاً، نظم: زندگی اک پیرزن، ص299
18۔ مغنی تبسم، شہریار، ن۔م۔راشد: شخصیت اور فن، (نئی دہلی: ماڈرن پبلیشنگ ہاؤس1981ء)، مرتبین، ص123
19۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، لا=انسان، نظم: دل مرے صحرا نوردِ پیر دل، ص271
20۔ ایضاً، نظم: زندگی سے ڈرتے ہو، ص213
21۔ ایضاً، نظم: ریگ دیروز، ص264
22۔ فخر الحق نوری، مطالعہ راشد: چند نئے زاویے، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2010ء)، ص229
23۔ ن۔م۔راشد، کلیاتِ راشد، ایران میں اجنبی، نظم: سباویراں، ص168
24۔ ایضاً، نظم: تماشا گہہ لالہ زار، ص247